انجمن ترقی اُردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

۲۰- شمارہ ۱ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | یکم جنوری ۱۹۶۶ء

اداریہ

نیا سال مُبارک ہو

ہماری زبان کے پڑھنے والوں کو نیا سال مبارک ہو۔

۱۹۶۵ء ہمارے ملک کے لیے خاص آزمایش کا سال تھا۔ ہمارے ہمسایہ ملک پاکستان نے جس کی سمت ہم نے ہمیشہ دوستی کا ہاتھ بڑھایا، کشمیر میں مداخلت کا رپیچ کر جارحیت کا آغاز کیا جس کے نتیجہ میں ہمیں جوابی کارروائی کرنی پڑی۔ اس نازک موقع پر پوری قوم نے جس یک جہتی اور اتحاد و اتفاق کا ثبوت دیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ ملک میں جمہوریت کی بنیادیں کتنی مضبوط ہو گئی ہیں اور کس طرح سیکولرزم کے اصولوں کی بقا اور ملک کی سالمیت کی خاطر اس طویل و عریض ملک کے تمام باشندے بلا اختلافِ مذہب و ملت ایک ہو کر ہر بیرونی خطرے کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگرچہ جنگ اٹھارہ دن جاری رہی مگر دنیا پر واضح ہو گیا کہ ہندوستان کے خلاف ہر دشمن کا ارادہ ناکام بنایا جا سکتا ہے اگرچہ جنگ اب بند ہو گئی ہے اور اس بات کا بھی امکان پیدا ہو گیا ہے کہ پاکستان اپنی غلط روش سے باز آ جائے، مگر ملک کے لیے خطرہ ابھی موجود ہے اس لیے ہمیں ہر طرح چوکس رہنا ہے اور ایک طرف اپنی فوجی طاقت بڑھانا ہے تاکہ کسی کو ہمارے وطن کی مقدس سرزمین پر قدم رکھنے کی ہمت نہ ہو، دوسری طرف ہمیں یہ بھی کوشش کرنا ہے کہ ہمارے ترقی کے منصوبے رُکنے نہ پائیں، ہماری غذائی صورت حال بہتر ہو، ہمارے صنعتی کارخانے پوری تیزی سے اپنا کام کرتے رہیں اور جمہوریت اور سیکولرزم کی قوت اتنی مضبوط ہو جائے کہ علاقائی پاسداری، فرقہ واریت یا مقامی وفاداریوں کو کسی طرح فروغ نہ ہو سکے۔

۱۹۶۶ء میں ہمیں قومی زندگی کے ہر کام میں اس نکتے کو ملحوظ رکھنا ہے۔ ظاہر ہے کہ زندگی کے سارے کام اپنی اپنی جگہ جاری رہنے چاہئیں، مگر اس طرح کہ وہ ملک کی طاقت کو مضبوط کریں، یک جہتی کو بڑھائیں، سیکولرزم کی تعمیر مستحکم کریں، قوم میں ڈسپلن پیدا کریں، اپنے بہبود کی سکیموں کا کام کرنے کا گر سکھائیں۔ اردو دوستوں کو بھی اسی پس منظر میں کام کرنا ہے۔ اردو کی مقبولیت بڑھ رہی ہے۔ اس کے قومی رول کا بھی احساس تیز ہو رہا ہے مگر اس کی زبان کی تعلیم کے سلسلے میں اب بھی بہت رکاوٹیں ہیں۔ ابتدائی تعلیم کی منزل پر پہلے سے کچھ زیادہ طلبا ہیں، مگر یہ تعداد اب بھی جتنی ہونی چاہیے اس سے بہت کم ہے، خصوصاً اتر پردیش، بہار، دہلی، پنجاب، مدھیہ پردیش اور راجستھان میں۔ ثانوی درجے پر بھی حالت اچھی نہیں اور اردو کے ذریعے تعلیم تو ان ریاستوں میں خال خال ہی ملے گی اور اتر پردیش میں تو نام کو بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ابتدائی اور ثانوی منزل پر یہ حالت ہو تو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بہت اچھی حالت کیسے ہو سکتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یونیورسٹیوں میں اور کئی جگہ اردو کی تعلیم کا انتظام ہوا ہے مگر بڑی کوشش اور چیخ پکار کے بعد۔ اس سلسلے میں مرکز کو ریاستی حکومتوں کو توجہ دلانی چاہیے کہ وہ مرکزی پالیسی کا جسے وہ بھی قبول کر چکی ہیں، احترام کریں اور ریاستی حکومتوں کو بے نیازی اور غفلت کی روش ترک کرنی چاہیے۔ اردو دوستوں کو حکومت کے سامنے اپنے مطالبات تو پیش کرنے ہی ہیں اور وہ برابر کر بھی رہے ہیں، لیکن اپنے طور پر ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ ایک طرف اردو تحریک کے قومی رول کو اپنے حلقے

اس شمارے میں

نیا سال مبارک ہو (اداریہ)	۱	سرکاری ایوان بل میں مخصوص سرکاری اغراض کے لیے اردو کے استعمال کے لیے دفعات شامل کی جائیں	۹
راجستھان ساہتیہ اکاڈمی	۲	ہندی کو ثانوی تعلیم کا واحد ذریعہ بنانا قابلِ اعتراض	۱۰
پروفیسر تلوک چند محروم صاحب کی علالت	۲	اردو کے استعمال کے احکام پر سرکاری محکمہ جات میں عمل کیا جائے	۱۱
بہار اردو رائٹرس سرکل کا قیام	۲	اردو محبت اور اتحاد کی زبان ہے	۱۲
عبرانی لبرری زبان کی ڈکشنری	۲	انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی مجلس عاملہ کا فیصلہ	۱۲
اردو تعلیم اور قانونی موقف	۳ و ۴		
غزلیں	۵		
کچھ کرلی کتھا کے بارے میں	۷، ۶، ۸		
اردو کا سوال انسانی اور جمہوری قدروں کا سوال ہے	۹		

—— x x ——

ہیں اور واضح ہو کہ ... دوسری جانب اپنے طور پر اردو کے اسکول بھی کھولے ہیں۔ حکومت کو اپنا فرض ادا کرنا ہے لیکن ہمیں خود بھی اپنے فرض سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ یہ بات ہم بار بار کہہ چکے ہیں، لیکن چونکہ یہی بات بے اردو والے لوگوں سے منوانا ہے اس لیے پھر کہتے ہیں۔ اور اس نئے سال میں ہر دل ... احساس شکست کو چھوڑ کر نئے حوصلے، نئے عزم، نئی ہمت اور نئے ولولے سے اردو کے، ملک و قوم کے اور انسانیت کی خدمت کے مقدس کام میں جٹ جانا ہے۔ ہمارا بہت سا وقت ایک دوسرے پر اعتراض کرنے، عورتوں کی طرح طعنے دینے، ایک دوسرے کی نیت پر حملہ کرنے میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اردو کا کام اور اردو کے ذریعہ سے ملک و قوم کی خدمت کا کام اتنا بڑا ہے کہ ہر شخص اپنی مرضی، اپنی صلاحیت اور اپنی بساط کے مطابق اس میں سے خدمت کا ایک گوشہ چن سکتا ہے۔

بہت سے بڑے کاموں کی باتیں کرنے سے چھوٹے چھوٹے کام کر ڈالنا اچھا ہے، اسکیم بنانا آسان ہے، اس پر عمل مشکل ہے۔ اسکول کھولنا آسان ہے، اسے چلانا مشکل ہے۔ رسالہ نکالنا آسان ہے، اسے کامیابی سے چلانا مشکل ہے۔ ایک شہر میں چند اچھے آدمی تلاش کرنا آسان ہے لیکن اچھے اور کام کرنے والے آدمیوں کی پوری ریاست میں اور اس طرح ملک میں تنظیم کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے اب ذہنی بچپن سے نکل کر حقائق کو سامنے رکھ کر اپنے پر اور اپنی قوم پر اور اپنے آدرشوں پر اعتماد کر کے ہمیں نئے سال کا خیر مقدم کرنا چاہیے اور ان لوگوں کو مبارکباد دینا چاہیے جنھیں اس پر آشوب دور میں اچھی قدروں کی ایک مشعل ملی ہے تاکہ اس کی مدد سے اپنے دور میں اجالا کریں۔ خود اپنی منزل کی طرف بڑھیں اور بھٹکے ساتھیوں کو صحیح راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دیں۔

راجستھان ساہتیہ اکاڈمی

ریاستی انجمن ترقی اردو راجستھان کے جنرل سکریٹری کے ایک خط سے ہمیں یہ معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا کہ حکومت راجستھان نے اردو کتابوں کی اشاعت کے لیے جو رقم راجستھان ساہتیہ اکاڈمی کو دی ہے اکاڈمی اس کو استعمال نہیں کر رہی ہے۔ ہم حکومت راجستھان اور ساہتیہ اکاڈمی کے ارباب حل و عقد کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں پوری چھان بین کر کے مناسب کارروائی کریں گے۔ جو رقم اردو کتابوں کی اشاعت کے لیے وقف کی گئی تھی اگر کتابیں شائع نہیں ہوں گی تو اردو دوستوں کو شکایت کا بجا موقع ملے گا۔

(ادارہ ہماری زبان)

پروفیسر تلوک چند محروم صاحب کی علالت

دہلی ۲۵ دسمبر۔ ملک کے ممتاز اور مایۂ ناز شاعر پروفیسر تلوک چند محروم صاحب اس وقت ولنگڈن اسپتال کے نرسنگ ہوم میں زیر علاج ہیں۔ آپ کی طبیعت اچانک زیادہ خراب ہو گئی تھی اس لیے ان کو اسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ علاج تندہی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ محروم صاحب گذشتہ ایک سال سے علیل تھے اور اب تک ان کا علاج گھر پر ہی ہو رہا تھا۔ محروم صاحب اردو شعراء کی صفوں میں اس اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں کہ خود ان کی زندگی ہی میں نسل کی نسلوں کو ان کے کلام سے استفادہ حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس وقت بھی ہر سطح کے نصاب میں آپ کا کلام شامل ہے۔ قارئین ہماری زبان سے درخواست ہے کہ وہ محروم صاحب کے لیے دعائے صحت فرمائیں۔

محروم صاحب پر کل رات سے نیم بے ہوشی طاری ہے۔

بہار اردو رائٹرس سرکل کا قیام

پٹنہ ۲۷ نومبر۔ آج شام پٹنہ میں صوبے کے سربرآوردہ قلم کاروں کی ایک نشست ہوئی جس میں یہ بات متفقہ طور پر طے پائی کہ صوبہ میں ادبی سرگرمیوں کو تیز کرنے کے لیے بہار اردو رائٹرس سرکل کا قیام عمل میں لایا جائے۔ میٹنگ میں مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل ایک منیجنگ کمیٹی کی تشکیل بھی کی گئی۔ منیجنگ کمیٹی کے علاوہ کچھ خصوصی مدعوئین بھی ہوں گے جن کے نام کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

مجلس منتظمہ کے اراکین مندرجہ ذیل ہیں:۔ ڈاکٹر صدرالدین احمد فضا صدر شعبۂ اردو پٹنہ کالج، پرنسپل جسونت سنگھ گرو گوبند سنگھ کالج پٹنہ سیٹی، ڈاکٹر محمد صدیق اختر شعبۂ فارسی پٹنہ کالج، پروفیسر محمد علی خاں کامرس کالج، ڈاکٹر کلیم احمد عاجز شعبۂ اردو پٹنہ کالج، ڈاکٹر خالد رشید صبا مدیر روزنامہ ساتھی، ذکی انور کریم سٹی کالج جمشید پور، ہربنس دوست، کلام حیدری مدیر مورچہ گیا، ہارون رشید مدیر اعلیٰ امروز ہند پٹنہ، پروفیسر قاسم احسن گیا کالج، خورشید انوار عارفی مدیر ہفت روزہ صدائے ہند پٹنہ اور حسن نشاط انصاری مدیر معاون صدائے ہند پٹنہ۔

بھولی بسری زبان کی ڈکشنری

باکو (نووستی) آذربائی جان میں ایک قدیم ترین نسلی گروہ اُدی ہے جس میں مشکل سے ۵ ہزار افراد ہوں گے۔ ان کی اپنی زبان بھی خلط ملط ہو گئی ہے۔ یہاں کی سائنس اکاڈمی اُدی زبان کی ایک ڈکشنری تیار کر رہی ہے۔ یہ ڈکشنری اس لحاظ سے قابل قدر ہوگی کہ اس کے ذریعہ بہت سے قدیم مسودوں کے معنی و مطالب نکالے جا سکیں گے۔

حبیب الرحمٰن معتمد انجمن ترقی اردو (آندھرا پردیش)

اردو تعلیم اور قانونی موقف

(جناب حبیب الرحمٰن صاحب معتمد انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے ۱۱ر دسمبر کو حیدرآباد میں منعقدہ اردو کارکنوں اور ہمدردوں کے ایک اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے اردو زبان کو درپیش کئی اہم مسائل کا تفصیلی جائزہ لیا۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ ادارہ)

مجھے دلی مسرت ہے کہ میں انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کی کم و بیش پچاس مقامی شاخوں کے صدور اور معتمدین نیز اردو کے دوسرے کارکنوں، ہمدردوں اور سرپرستوں کو ایک سال بعد پھر ایک مرتبہ خوش آمدید کہنے کے لیے یہاں کھڑا ہوں۔ ہم میں ایک بڑی تعداد ایسے اصحاب کی ہے جو سفر اور موسم کی تکلیف اٹھا کر اور مالی بار برداشت کرکے ریاست کے دور دراز حصوں سے اس اجتماع میں شریک ہونے کے لیے یہاں پر تشریف لائے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری ریاست میں اردو سے سچی محبت اور سچی لگن رکھنے والوں اور اردو کی خاطر کچھ تکلیف اٹھانے اور عملی ایثار کرنے والوں کا بحمداللہ فقدان نہیں ہے۔ ہماری زندگی میں اور ایک جمہوری معاشرہ میں کانفرنسوں کی خاص جگہ ہے۔ لیکن تجربہ یہ بتاتا ہے کہ کانفرنسوں میں بالعموم کام کم اور شور زیادہ ہوتا ہے۔ اس وقت ہمارا مقصد کام کرنا ہے اور کام بھی وہ جس کی حالات حاضرہ میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اردو کو آج جن مشکلات کا سامنا ہے، ان کی فہرست طویل ہے۔ ان سب کو حل کرنے کے لیے نہ ہمارے پاس مالی وسائل ہیں اور نہ ایثار کرکے بے غرض کام کرنے والے ہی ہمیں کافی تعداد میں دستیاب ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں سمجھداری کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اپنی توجہ صرف ان مسائل تک محدود رکھیں جن کا فوری حل ہونا موجودہ حالات میں بہت ضروری ہے۔

آپ یقیناً میری اس گزارش سے اتفاق کریں گے کہ اس وقت اردو کو ہمارے ملک میں جو سب سے بڑا خطرہ لاحق ہے وہ تعلیم کے میدان میں ہے۔ اردو کے مخالفین نے بڑی دور اندیشی سے کام لے کر سب سے پہلے اردو بولنے والوں پر اس زبان کی تعلیم کے دروازے بند کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج اردو مادری زبان والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک ایسی نسل جو اردو لکھنے پڑھنے سے نابلد ہے، اسکولوں سے نکل کر کالجوں میں آگئی ہے۔ اور اگر یہ وبا اسی طرح پھیلتی جائے تو چند سال بعد اردو محض بول چال کی زبان بن کر رہ جائے گی اور اس زبان میں اعلیٰ ادب تو کیا ادنیٰ ادب بھی پیدا ہونا بند ہو جائے گا اور یہ صورت حال کسی زبان کے لیے خطرناک ہو سکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی ساری توجہ سر دست اردو تعلیم کے مسئلہ پر مرکوز کر دیں۔

اردو تعلیم کے تعلق سے ہمیں جن دشواریوں کا سامنا ہے، ان سے آپ ناواقف نہیں ہیں۔ خاص کر وہ حضرات جو ریاست کے مختلف حصوں میں اس کام کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں انھیں ان مشکلات کا بخوبی اندازہ ہے۔ اول تو اردو جماعتوں کا کھلوانا ہی جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ایک ایک جماعت کھلوانے کے لیے اتنی دوڑ دھوپ اور دفتری مراسلت کرنی پڑتی ہے بعض اوقات دو دو تین تین سال اس پیروی میں لگ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو افراد اس کام کا بیڑہ اٹھاتے ہیں وہ اکثر و بیشتر اعزازی طور پر کام کرنے والے ہوتے ہیں انھیں خود اپنی فکر معاش بھی لگی رہتی ہے

آپ کو یاد ہوگا کہ دو تین سال پہلے تک نئی جماعتوں کے کھلنے کا انحصار دفتری پیروی اور مراسلت کے علاوہ رقموں کی فراہمی اور کلاسوں کے لیے جگہ مہیا کرنے پر بھی ہوتا تھا۔ یعنی مقامی لوگوں کے لیے یہ ضروری تھا کہ اگر وہ اپنے بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دلانا چاہیں تو خاص خاص مقداروں میں رقم اکٹھا کریں اور اس کے علاوہ بلا کرایہ مکان بھی مہیا کریں۔ مدتوں کی کوششوں کے بعد ہم ان شرائط سے نجات پانے میں کامیاب ہوئے تھے اور ادھر دو تین سال سے اردو جماعتوں کے قیام کی راہ میں یہ رکاوٹیں نہیں پیش آرہی تھیں لیکن بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع دینے پر مجبور ہوں کہ جگہ اور رقم فراہم کرنے کی یہ دشواریاں شاید پھر ہمارا پیچھا کرنے والی ہیں۔ کیونکہ ایک کارروائی کے سلسلہ میں ہمیں محکمہ سرکار سے اسی قسم کی اطلاع دی گئی ہے۔ اگر خدا نخواستہ حکومت نے ایسا کوئی قطعی فیصلہ کر لیا ہے تو اردو والوں کے لیے خاص کر یہ انتہائی بدنصیبی ہوگی۔

جب ایک طویل دوڑ دھوپ اور سعی و پیروی کے بعد اردو جماعت قائم کر دی جاتی ہے تو پھر ہمیں ایک دوسرے اہم مسئلہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور وہ ہے استادوں کے تقرر کا معاملہ مہینوں گزر جاتے ہیں اور استاد صاحب نہیں آتے۔ اور اس لیے تعلیم شروع نہیں ہوتی۔ بعض اوقات یہ لطیفہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ تلگو کی جگہ اردو اور اردو کی جگہ تلگو پڑھانے والے استاد پہونچ جاتے ہیں۔ پھر اساتذہ کی تربیت کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ تلگو، انگریزی اور ہندی اساتذہ کی ٹریننگ کے لیے خاصے اچھے انتظامات ہیں لیکن اردو اساتذہ کی صنف اس شعبے میں بھی حالت غیر تشفی بخش ہے۔

اس کے بعد تیسرا مرحلہ نصابی کتابوں کا آتا ہے نصابی کتابیں نہ ملنے کی شکایت یوں تو کبھی کبھی تلگو کے تعلق سے بھی سننے میں آتی ہے لیکن اردو کی حالت اس معاملہ میں بہت ہی قابل رحم ہے۔ حکومت نے نصابی کتابوں کو قومیانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور لاکھوں روپے

خرچ کرکے اس فیصلہ پر چند سال سے عمل کیا جا رہا ہے لیکن یہ عمل صرف تلگو کتابوں تک محدود ہے، اردو کے لیے ایسے ناشروں سے جن کے نام محکمۂ تعلیمات میں درج رجسٹر ہیں کتابیں پیش کرنے کے لیے کہا جاتا ہے اور ناشر کتابیں پیش کرنے سے ہچکچاتے ہیں کیوں کہ تعداد فروخت کم ہونے سے انھیں منافع کم ملتا ہے اور جو کچھ منافع ملتا ہے اس میں حکومت بھی حصہ دار بن جاتی ہے۔ پھر نام رجسٹر کرانے کا خرچ اس کے علاوہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نفع بخش کاروبار تو حکومت نے سنبھال لیا ہے اور جس کاروبار میں نفع کم یا مشتبہ ہوتا ہے۔ اس میں روپیہ لگانے کے لیے خانگی ناشروں کو دعوت دی جاتی ہے۔ ضرورت ہے کہ حکومت مسئلہ پر جلد توجہ کرے اور یا تو تلگو کی طرح اردو کی نصابی کتابیں تیار کرنے کی بھی خود ذمہ داری لے یا پھر ایسے حالات پیدا کرے کہ ناشر شوق سے اس کاروبار کی طرف مائل ہوں۔

اب میں وقت کے ایک بہت ہی اہم مسئلے کی طرف آپ کو توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ یقیناً آپ کو اس بات کا علم ہوگا کہ ریاستی حکومت آیندہ فروری میں ایک قانون پاس کرنے والی ہے جس کا منشا یہ ہے کہ آندھرا پردیش میں انگریزی کی بجائے تلگو کو سرکاری زبان بنایا جائے۔ ہم اردو بولنے والے اس اقدام کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔ آندھرا پردیش بننے کے فوراً بعد ہی یہ قدم اٹھایا جانا چاہیے تھا لیکن کسی نہ کسی وجہ سے یہ بات اب تک ملتوی رہی۔ اب امید ہے کہ اس میں مزید دیر نہیں ہوگی۔ اور اسمبلی کے آیندہ اجلاس میں متعلقہ قانون منظور کرلیا جائے گا۔ اس صورت میں لازمی طور پر یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اردو کا اس حالت میں کیا موقف ہوگا جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں آندھرا پردیش بھارت کی سب سے پہلی اور ابھی تک شاید اکیلی ریاست ہے جس نے اردو کو دوسری علاقائی زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ ریاستی چیف منسٹروں نے یکے بعد دیگرے اسمبلی کے پلیٹ فارم سے نیز اسمبلی کے باہر اس بارے میں اعلانات کیے ہیں اور آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو نے اس پالیسی کو نہ صرف بہت ہی پسندیدہ قرار دیا تھا اور اس کی کھلے بندوں تعریف کی تھی بلکہ دوسری ریاستوں کو ابھارا تھا کہ وہ بھی ایسی ہی پالیسی اختیار کریں۔

ریاست آندھرا پردیش میں کم و بیش بتیس لاکھ افراد کی مادری زبان اردو ہے، ان کے علاوہ ریاست کے اور کئی لاکھ باشندے بھی اس زبان کو بولتے یا سمجھتے ہیں۔ ریاستی حکومت کا طرز عمل بھی اس زبان کے ساتھ ہمدردانہ ہے اور مختلف سرکاری محکمے اس کے بارے میں وقتاً فوقتاً احکام نافذ کرتے رہتے ہیں۔ پھر بھی ان احکام کو عملاً نافذ کرانے میں انتہائی مشکلات پیش آتی رہتی ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ان احکام کی کوئی قانونی بنیاد نہیں ہے، متعلقہ عہدہ دار اگر ان پر عمل نہیں کرتے تو وہ کسی قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ ان کے خلاف زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے بالادست عہدہ داروں کے احکام کی تعمیل نہیں کی یا حکومت کی پالیسی اور منشا کے مطابق عمل نہیں کیا۔

لہذا ضروری ہے کہ سرکاری زبان کے تعلق سے جو مسودہ قانون ساز اسمبلی میں پیش ہونے والا ہے اس میں ایسی دفعات شامل کی جائیں جو دوسری علاقائی زبان کی حیثیت سے اردو کے واجبی حقوق کی ضامن ہوں۔ آپ کو شاید علم ہو کہ اسمبلی کے ایک آزاد رکن کی طرف سے پیش کیا ہوا سرکاری زبان کا مسودہ قانون گورنمنٹ گزٹ میں شائع ہوا ہے۔ اور اس پر رائے عامہ طلب کی گئی ہے۔ چنانچہ انجمن نے بھی اس بارے میں اپنی رائے سکریٹری لیجسلیچر کو بھیجتے ہوئے ایسی ترمیمیں تجویز کی ہیں جن سے اردو کے واجبی حقوق کی حفاظت ہو سکے جیسا اوپر عرض کر چکا ہوں کہ ریاست آندھرا پردیش نے اردو کی حیثیت کو تسلیم کرکے سارے ملک کی رہنمائی کی ہے مجھے پورا بھروسہ ہے کہ وہ اس حیثیت کو قانونی موقف عطا کرکے نہ صرف اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دے گی بلکہ اقلیتوں کی زبانوں کے واجبی حقوق کی حفاظت کے معاملہ میں پھر ایک مرتبہ ملک کو صحیح راستہ دکھائے گی۔

آخر میں اردو دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ جنوری یا فروری کے مہینے میں سارے آندھرا پردیش میں ...... "یوم اردو" کا انعقاد عمل میں لائیں۔ کسی خاص مقررہ تاریخ پر یا کسی مقررہ ہفتہ کے دوران جہاں جہاں ممکن ہو سکے خاص جلسے منعقد کیے جائیں، ریاست میں اردو کے موقف کی وضاحت کی جائے۔ ریاستی حکومت نے اب تک جو روادارانہ پالیسی اس بارے میں اختیار کی ہے، اس سے عوام کو واقف کرایا جائے اور سرکاری زبان کے قانون میں تلگو کے ساتھ ہی اردو کو بھی قانونی موقف عطا کرنے کی ضرورت پر زور دیا جائے

غزلیں

محمد منشاء الرحمٰن خاں منشاؔ

جب سے غمِ الفت میں تپاں رہنے لگا ہے
دل اور بھی سرمست دجواں رہنے لگا ہے
یہ تاب و تبِ زیست کی تاثیر ہے شاید
شعلہ سا رگ و پے میں رواں رہنے لگا ہے
اے چارہ گرو تم ہی کہو بات یہ کیا ہے
کیوں درد سازِ رگِ جاں رہنے لگا ہے
اعجازِ جنوں کہیے کہ عرفانِ حقیقت
ہر رازِ جہاں ہم پہ عیاں رہنے لگا ہے
اب اُن کے تغافل پہ بھی ہم اہلِ وفا کو
کچھ حسنِ توجہ کا گماں رہنے لگا ہے
خود آپ کے جلوے ہوئے جب سرِ محرابِ
اب آپ کا دیوانہ جہاں رہنے لگا ہے
یہ جذبۂ پنہاں ہی کا ہے فیض جو منشاؔ
آلام میں بھی زمزمہ خواں رہنے لگا ہے

ذکاء الدین شایاںؔ

عکسِ چراغِ دیدۂ تر کو طلب کرو
آج اپنے شب کدہ میں سحر کو طلب کرو
ناکام آرزوؤں کی تجدید کے لیے
بدلی ہوئی اسی کی نظر کو طلب کرو
خوں بستہ پاؤں اٹھتے کو ہیں پھر کسی طرف
اُس کے دیار و راہگذر کو طلب کرو
اُس محفلِ طرب سے خبر آئی ہے کوئی
آشفتگانِ خاک بسر کو طلب کرو

صباؔ جائسی

مسکراتے رہے گو صورتِ انجم ہم لوگ
کب تجھے بھولے ہیں اے موزِ تبسم ہم لوگ!
اب تغافل بھی ترا وجہِ سکوں ہوتا ہے
کس قدر ہو گئے مانوسِ توہم ہم لوگ
گو کبھی ہنستے ہیں اشک آنکھوں میں بھر آتے ہیں
مسکراتے ہیں بہ پردۂ انجم ہم لوگ
بزم تیری ہے گو لب سیے بیٹھے ہیں
ایک خاموش سا طوفانِ تکلم ہم لوگ
ایک دھارا سا بنا نامِ غمِ فرقت زدگاں
دیکھ لیں آج آرزوؤں کا تبسم ہم لوگ
آج جی بھر کے ہمیں خاک بسر ہونے دے
پھر تجھے دیکھیں گے نادیدۂ ترِ غم ہم لوگ
جب حوادث پہ ہنسیں ہم تو صباؔ مت الجھو
ہم کو سمجھو کہ ہیں سمندرِ تبسم ہم لوگ

برٹش میوزیم کا شعبۂ السنۂ شرقیہ!

برٹش میوزیم کو قائم ہوئے ۲۱۲ برس ہو گئے۔ دنیا کے اس سب سے بڑے کتب خانہ کی بنیاد ۱۷۵۳ء میں رکھی گئی۔ سر ہینز سلون نے مرنے سے قبل یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کی کتابوں، قلمی نسخوں اور دیگر قیمتی نوادر کا ذاتی مجموعہ حکومت بیس ہزار پونڈ ادا کر کے خرید لے۔ چنانچہ اس کی موت کے بعد برطانوی پارلیمنٹ نے ایک بل پاس کر کے یہ مجموعہ خرید لیا۔ اور اس سے آج کے اس عظیم الشان کتب خانہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اسی سال ارل آف آکسفورڈ کے قلمی نسخوں کے ذاتی مجموعے کو بھی خرید کر اس کتب خانے میں شامل کر لیا گیا۔ جارج دوم نے اپنے عہدِ حکومت میں وہ شاہی کتب خانہ بھی جو ہنری ہفتم کے زمانہ میں شاہی قصر میں قائم کیا گیا۔ اس قومی کتب خانہ کی نذر کر دیا۔ ان تمام مجموعوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے رکھنے کے لیے مانٹگو کی عمارت خرید لی گئی اور ۱۷۵۹ء میں برٹش میوزیم نام کے تحت اس کا باقاعدہ افتتاح کر دیا گیا۔ ۱۸۳۷ء میں ایک اطالوی مہاجر انتھونی پنیزی کو اس کتب خانہ کی مطبوعہ کتب کے شعبے کا ناظم مقرر کیا گیا۔ پنیزی نے برٹش میوزیم کو ترقی دینے میں نمایاں پارٹ ادا کیا۔ برطانیہ کے کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت ملک میں چھپنے والی ہر کتاب کی ایک جلد اس قومی کتب خانے کو پیش کرنی ضروری ہے۔ ہر نئی کتاب طبع ہونے کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر برٹش میوزیم کو پہنچنی پڑتی ہے۔

مشرقی زبانوں کا شعبہ ۱۸۶۷ء میں قائم کیا گیا پہلے اس شعبے میں صرف قلمی نسخے ہی رکھے گئے۔ لیکن ۱۸۹۲ء میں اس شعبے کو دست دیگر مطبوعہ کتب بھی اس میں شامل کر دی گئیں۔

مشرقی زبانوں میں سے عبرانی ایسی تھی جس کی کتب کثیر تعداد میں سب سے پہلے برٹش میوزیم میں رکھی گئیں۔ اس وقت اس شعبے کا مجموعہ کئی اس مختلف مشرقی زبانوں اور بیسیوں تہذیبوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس شعبے کے مجموعے سے آج سے لے کر ڈھائی ہزار سال قبل تک کی زندگی کی جھلک ملتی ہے۔

اس شعبے میں رگ وید اور رامائن کے بعض قدیم نسخے بھی محفوظ ہیں۔ مرہٹی، سندھی، اردو، بنگالی، آسامی، تامل، پالی اور ہندوستان کی اور زبانوں کے قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔ ان میں سے بہت سے مجموعے کے پتوں، سونے کی تیلیوں، تانبے اور لکڑی کی تختیوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں دو ایسی سونے کی نادر تیلیاں بھی ہیں جن پر قدیم مشرقی کرم امین بدھ مت کے احکام درج ہیں۔ مشرقِ بعید کی زبانوں میں سے چینی، جاپانی، منگولی، کوریا اور منچوریائی زبانوں کی کتب اور قلمی نسخے بھی اس شعبے کے خزانے میں شامل ہیں۔

ڈاکٹر مختار الدین احمد

کچھ کربل کتھا کے بارے میں

مندرجہ بالا عنوان سے ایک مضمون ڈاکٹر محمود الٰہی صاحب کا ہماری زبان (۸ دسمبر) میں شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کربل کتھا کے دو قلمی نسخے تھے ایک نسخہ مولوی کریم الدین مؤلف طبقات شعرائے ہند کے پاس تھا اور دوسرا اشپرنگر کے کتاب خانے میں۔ وہ کربل کتھا کے مرتبین کا یہ خیال، کہ اس کتاب کا نسخہ اشپرنگر کو بگمان غالب مولوی کریم الدین سے ملا تھا، صحیح نہیں سمجھتے۔ ہمیں اپنی رائے پر بالکل اصرار نہیں جو شواہد اور دلائل ہمارے سامنے تھے ان کے مطابق ہم نے یہ خیال ظاہر کیا تھا اور اب بھی ہمارا خیال یہی ہے لیکن اگر قوی تر دلائل اس کے خلاف ہمیں مل جائیں تو ہم بڑی خوشی سے اپنی رائے بدلنے کو تیار رہیں گے۔

اب تک کربل کتھا کے صرف ایک نسخے کے وجود کی اطلاع ملتی ہے اس لیے مولوی کریم الدین صاحب اور اشپرنگر کے تعلقات کے مدنظر یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ مولوی صاحب کے پاس جو نسخہ تھا وہی بعد کو اشپرنگر کے کتاب خانے میں داخل ہوا ہوگا۔ مولوی صاحب فضلی کے ترجمے میں کربل کتھا کے متعلق رقمطراز ہیں: "اس کتاب کو تمام میں نے دیکھا، وہ میرے پاس موجود تھی" (طبقات ص ۹۱)۔ وہ یہ سطریں ۱۸۴۷ء میں لکھ رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس سال یہ کتاب ان سے الگ ہو چکی تھی۔ اشپرنگر اس وقت دہلی میں موجود تھے۔ ۱۸۵۷ء میں وہ جرمنی چلے جاتے ہیں، ان کا پورا کتب خانہ بھی وہاں پہنچ جاتا ہے اسی سال ان کے کتب خانے کی فہرست شائع ہوتی ہے اور اس میں کربل کتھا ۱۷۳ نمبر پر درج ملتی ہے۔ پوری ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی ہندوستان میں کسی اور نسخے کے وجود کی اطلاع نہیں ملتی (حیدری یا دوسرے مصنفین کی "دہ مجلس" سے بحث نہیں) نہ کوئی معاصر یا متاخر مصنف اس کا ذکر کرتا ہے۔ محمد حسین آزاد سے زمانۂ حال کے حامد حسن قادری تک سارے اصحاب کی معلومات کا سرچشمہ مولوی صاحب کا تذکرہ "طبقات شعرائے ہند" رہا ہے۔ اس لیے مرتبین نے یہ خیال ظاہر کیا کہ کتاب کا ایک ہی نسخہ تھا جو پہلے مولوی صاحب کے پاس رہا پھر اشپرنگر کے پاس چلا گیا۔ (اس کا بھی ضعیف امکان ہے کہ اصل میں نسخہ اشپرنگر کا ہو، طبقات کی ترتیب کے وقت مولوی صاحب مستعار لائے ہوں پھر اشپرنگر کو واپس کر دیا ہو، اس شکل میں بھی نسخہ ایک ہی ثابت ہوتا ہے)

فاضل مضمون نگار کے دو نسخوں کے دعوے کی بنیاد صرف اس امر پر ہے کہ ہمارے شائع کردہ کربل کتھا اور طبقات شعرائے ہند کی عبارتوں میں کہیں کہیں فرق ہے۔ انھوں نے اس کی تین مثالیں پیش کی ہیں۔

پہلی مثال میں مؤلف طبقات نے نواب شرف علی خاں کے ذکر میں "نواب مستطاب، معلی القاب" لکھنے کے بعد "شرافت مآب، نجابت نصاب، خورشید جناب، ہلال رکاب، امارت مرتبت، شجاعت منزلت، سخاوت مکرمت" قسم کے آداب و القاب اور فارسی کے چند مدحیہ شعر حذف کر دیے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ دو الگ روایتیں ہیں یا دو علیحدہ نسخے ہیں بلکہ مؤلف نے فضلی کی نثر کا نمونہ پیش کرنے میں غیر ضروری نثر کے ٹکڑے حذف کر دیے ہیں اور نثر کی عبارت سے شعر نکال دیے ہیں۔ (بطور نمونہ نظم و نثر کے انتخاب میں غیر ضروری حصوں کو حذف کر دینے کی یہ تنہا مثال نہیں ہے)

مضمون نگار نے جو دو مثالیں اور دی ہیں ان میں صرف اس قدر فرق ہے کہ کربل کتھا میں "خلص" ہے طبقات میں "خلاصہ" کربل کتھا میں "نسا و عورات" درج ہے طبقات میں "عورتوں" کر دیا گیا ہے۔ یہی تین لفظوں کا فرق ہے جس کے متعلق مضمون نگار لکھتے ہیں کہ "مرتبین طبقات کے اقتباس سے اشپرنگر کے نسخے سے متعلقہ حصہ کا مقابلہ کر لیتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ دونوں نسخوں میں کتنا اختلاف ہے۔"

اس بات کی بیسیوں مثالیں مل سکتی ہیں کہ کس طرح نمونے کی عبارتیں نقل کرنے والے اپنے ذوق اور ضرورت کے مطابق عبارتوں میں حذف و اختصار سے کام لیتے ہیں۔ یہاں کریم الدین ہی کے تذکرے سے مقدمہ کربل کتھا کی وہ عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جنھیں بعد کے مصنفین، محمد حسین آزاد، احسن مارہروی اور حامد حسن قادری نے نقل کی ہیں۔ عبارتیں ملا کر دیکھیے کہ نقل کرنے والوں نے کس طرح تصرفات سے کام لیے ہیں۔

(۱)

سب سے پہلے آب حیات کو لیجیے، اس میں فضلی کی کتاب کے دیباچے کی کچھ سطریں نقل ہیں۔ آزاد، اصل کتاب دیکھنے کے مدعی نہیں، قریب بہ یقین ہے کہ سطریں انھوں نے کریم الدین کے طبقات شعرائے ہند سے لی ہیں۔ یہ تذکرہ آب حیات کے اہم مآخذ میں ہے۔

"پھر دل میں گزرا کہ ایسے کام کو عقل چاہیے
...... لہٰذا کوئی اس صنعت کا نہیں ہوا
مخترع .... ناگاہ نسیم عنایت الٰہی دل
افگار پر اہتزاز میں آ یہ بات آئینۂ خاطر میں

منہ دکھائی" (آب حیات، ۲۲-۴۲۱، بار دہم مطبع کریمی لاہور)

یہ عبارت طبقات میں اس طرح ہے:

"پھر دل میں یہ گزرا کہ ایسے کام کون حقق چاہیے ...... لہذا پیش ازیں کوئی اس صنعت کا نہیں ہوا مخترع ...... ناگاہ نسیم عنایت الٰہی گلشن افگار پر اہتزاز میں آیہ بات آئینہ خاطر میں موتہہ دکھلائی" (طبقات ۵۸)

دونوں کتابوں کی عبارتوں کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آب حیات میں لفظ "یہ" محذوف ہے "کون" "کو" کو" کر دیا ہے، پھر "پیش ازیں" کا ٹکڑا حذف کر دیا ہے۔

گلشن افگار کو آزاد نے "دل افگار" بنا دیا ہے اور "موتہہ دکھلائی" کو انھوں نے بدل کر "منہ دکھائی" کر دیا ہے۔

(۲)

اب احسن مارہروی کی کتاب نمونۂ منثورات کو لیجیے جنھوں نے کربل کتھا کے مقدمے کا ایک خاصا حصہ اپنی کتاب میں طبقات سے نقل کیا ہے۔

(۱) ہر سال تعزیہ .... بخلوص نیت اندرون محل مخفی بموجب حدیث شریف کہ التقیۃ دینی ودین آبائی والتقیۃ جنۃ بوجہ احسن بجا لاتا تھا (طبقات شعرائے ہند ص ۵۸)

ہر سال تعزیہ .... بخلوص نیت اندرون محل بوجہ احسن بجا لاتا تھا (نمونۂ منثورات از احسن مارہروی ۶۴)

(یہاں احسن مارہروی مرحوم نے "مخفی" کا لفظ اور عربی عبارت حذف کر دی ہے)

(۲) رونے ثواب سے (طبقات، ۵۷)، منثورات (ص ۶۴) میں ہے: رونے کے ثواب سے۔

(۳) مجھ احقر احقر کی خاطر میں گزرا (طبقات ۵۷)

مجھ احقر اقفر کی خاطر میں گزرا (منثورات ۶۴)

(کربل کتھا کے پیش نظر نسخے میں بھی "احقر احقر" ہے، یہ تکرار بالکل بے معنی ہے احسن مارہروی نے تصحیف سمجھ کر دوسری جگہ "اقفر" کر دیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ طبقات میں "احقر" ہی تھا احسن نے نقل کرنے میں "اقفر" بنا دیا)

(۴) بموجب اس کلام بانظام کے من بکی علی الحسین او تباکا وجبت لہ الجنۃ بڑا صواب لیجیے۔ ترجمہ (جو شخص رو دیا اور حسینؑ کے یا جسنے رلایا اور رونے کی ادس کے واسطے جنت واجب ہوئی (یعنی)۔ (طبقات ۵۸-۵۷)

طبقات سے یہی عبارت احسن مارہروی نقل کرتے ہیں تو یہ درج کرتے ہیں:-

بموجب اس کلام بانظام کے من بکی علی الحسین او تباکا وجبت لہ الجنۃ۔ (یعنی جو شخص رویا اور حسین کے یا جس نے رونے کی شکل بنائی اس کے واسطے جنت واجب ہو گئی) بڑا ثواب لیجیے (منثورات ۶۴-۶۵)

(احسن نے اپنے خیال میں صواب کے املا کو درست کر کے "بڑا ثواب لیجیے" کر دیا ہے حالانکہ کربل کتھا کے اصل نسخے میں "بڑا ثواب یا صواب لیجیے ہے ثواب" کا ٹکڑا طبقات میں محذوف ہے یہ فقرہ احسن نے ترجمہ کے بعد درج کیا ہے اور ترجمے کی عبارت میں اپنی طرف سے تبدیلی کی ہے۔ تباکی کا ترجمہ فضلی نے "رلایا" کیا تھا یہ صحیح نہیں، اس لفظ کے معنی ہیں: رونے کی صورت بنانا (مصباح اللغات: ۴۵) رلانے کے لیے عربی میں بکّی اور ابکی آتا ہے۔ احسن عربی سے واقف تھے اس لیے انھوں نے ترجمے میں تبدیلی کر دی)

(۵) اور مدد کسو طرف کی ہوئے شامل (طبقات ۵۸)

اور مدد کسو طرف سے ہو وے شامل (منثورات ۶۵)

(۶) گوہر مراد رشتۂ امید میں نہ آوے (طبقات ۵۸)

گوہر مراد رشتۂ امید میں نہ پروے (منثورات ۶۵)

(احسن نے اس رعایت سے کہ موتی پروے جاتے ہیں اپنی طرف سے تصحیح کر دی ہے)

(۷) یہ عبارت ہندی نثر نہیں ہوا مستمع (طبقات ۵۸)

یہ عبارت ہندی (اردو) نثر نہیں ہوا مستمع (منثورات ۶۵)

(لفظ "اردو" احسن مارہروی کا اضافہ ہے)

(۸) ارواح مقدس حسنین علیہ السلام (طبقات ۵۸)

ارواح مقدس حسنین علیہما السلام (منثورات ۶۵)

(ارواح مقدس حسنین علیہ السلام صحیح نہ تھا احسن صاحب نے حسنین علیہما السلام بنا دیا ہے)

(۹) بیابان فصاحت و بلاغت (طبقات ۵۸)

میدان فصاحت و بلاغت۔

(منشورات ۶۵)

(احسن نے "بیابان" کو بدل کر "میدان" کر دیا ہے)

(۱۰) اسی رات واقعہ میں دیکھتا ہوں۔

(طبقات ۵۹)

اسی رات واقعے (خواب) میں دیکھتا ہوں

(منشورات ۶۶)

(۱۱) اور تم اب الگ یہیں بیٹھے رہے۔

(طبقات ۵۹)

اور تم اب لگ (تک) یہیں بیٹھے رہے۔

(منشورات ۶۷)

(یہاں "خواب" اور "تک" احسن نے اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں۔)

(۱۲) بموجب نفس صحیح (طبقات ۶۰)

یہاں نفس غلط تھا احسن نے "بموجب نقل صحیح"

(منشورات ۶۸)

لکھ کر درست کر دیا۔

(۱۳) تہمت بر حضرت امام حسین باعث کفر بے خلافت ہے۔ (طبقات ۶۰)

تہمت بر جناب امام حسین باعث کفر بلا خلاف ہے۔

(منشورات ۶۸)

یہاں احسن نے حضرت کو "جناب" سے بدل دیا ہے اور "بے خلاف" کو "بلا خلاف" کر دیا ہے۔

(۱۴) اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ مصنف نے یوں لکھی ہے۔ (طبقات ۶۱)

اس کے تصنیف کی تاریخ یوں لکھی ہے۔

(منشورات ۶۸)

یہاں احسن نے "کتاب" اور "مصنف نے" کے الفاظ حذف کر دیے ہیں۔

(۱۵) دو قبریں نہایت ملیں ہوئیں

(طبقات ۵۹)

کو احسن نے "دو قبریں نہایت ملی ہوئی" بنا دیا ہے

(منشورات ۶۹)

(۱۶) متعدد مقامات پر احسن نے عبارت میں اضافہ کیا ہے المسمی منتی الخ

(طبقات ۵۸)

نمونۂ منشورات (ص ۶۵) میں بغیر یہ بتائے ہوئے کہ یہ ان کا اپنا اضافہ ہے اس عبارت کا اردو ترجمہ (کوشش اپنی طرف سے اور اس کوشش کا تمام ہونا اللہ کی طرف سے ہے) درج ہے جس کا طبقات میں پتا تک نہیں۔ اسی طرح الدال علی الخیر الخ کا ترجمہ (نیکی کا محرک نیک کام کرنے والوں کی طرح ہوتا ہے) (منشورات ۶۶) اور لا تتحرک ذرۃ الخ کا ترجمہ (کوئی ذرہ بغیر حکم خدا حرکت نہیں کرتا) درج ہے۔ (منشورات ۶۶) جو طبقات میں موجود نہیں۔ آگے بھی دو جگہ یہی عمل ترجمہ کا جاری رہا ہے اور احسن نے اس طرح پیش کیا ہے جیسے یہ ترجمہ بھی نقلی کا کیا ہوا ہے اور کربل کتھا میں موجود ہے۔

(۳)

حامد حسن قادری مرحوم کو طبقات شعراء الہند سے بلی الغوں نے کربل کتھا کے اقتباسات احسن مارہروی کے نمونۂ منشورات سے نقل کیے ہیں یہ صرف چند سطریں ہیں لیکن عبارت مطابق اصل نہیں منشورات کی عبارت ہے،

"اور اب تک ترجمہ فارسی بعبارت ہندی (اردو) نثر نہیں ہوا مستمع" (منشورات ۶۵)

حامد حسن قادری نے درج کیا ہے:

"اور اب تک ترجمہ فارسی بزبان ہندی نثر نہیں ہوا مستمع" (داستان تاریخ اردو ۴۹)

یہاں لفظ "اردو" انھوں نے حذف کر دیا اور "بعبارت ہندی" کو جو طبقات اور منشورات میں درج ہے تصرف کر کے "بزبان ہندی" کر دیا ہے۔ قادری صاحب نے چند سطریں نقل کی ہیں زیادہ نقل کرتے تو ممکن ہے ترمیم و تنسیخ کی اور مثالیں بھی ملتیں۔ اس وقت نصیر حسین خیال کی نقل اور اردو پیش نظر نہیں مجھے یقین ہے کہ اگر اس کا مقابلہ طبقات سے کیا جائے تو حیا... نوں میں کہیں کہیں رد و بدل کی مثالیں ملیں گی۔

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مولوی کریم الدین اور اشپرنگر میں گہرے تعلقات تھے مولوی صاحب نے متعدد علمی کام اشپرنگر کی ایما سے کئے تھے۔ (طبقات ۳۰۴، ۲۰۱، ۲۱۲) وہ اشپرنگر کے کتب خانے سے مستفید ہوتے رہتے تھے، خود طبقات کے مطالعے سے اس کی شہادت ملتی ہے۔

(الف) تاریخ، دیوان اس شاعر کا ڈاکٹر اسپنجر صاحب بہادر کے کتب خانے میں موجود ہے۔ (طبقات ۲۸۴)

(ب) حیدری: ڈاکٹر اسپنجر صاحب بہادر کے پاس جو ایک کتاب مرثیہ کی بہت خوش خط ہے اس میں حیدری کا مرثیہ بڑے دھوم دھام کا لکھا ہے (طبقات ۳۲)

اگر مولوی کریم الدین، اشپرنگر کے کتب خانہ سے استفادہ کرتے تھے تو یہ بات کیوں قابل قبول نہیں کہ وہ اشپرنگر کو جو ان کے سرپرست بھی تھے اپنی ایک کتاب استفادے کے لیے دیں اور یہ کتاب انھیں کے پاس رہ جائے یا اپنی کتاب تحفتاً انھیں دے دیں اور وہ ان کے کتب خانہ میں داخل ہو جائے۔ رہا یہ کہ مولوی صاحب کے پاس ایک نسخہ تھا اور اشپرنگر کے پاس دوسرا جیسا کہ فاضل مضمون نگار نے لکھا ہے تو اس کا ثبوت ان کے ذمے ہے اگر وہ دو نسخوں کا وجود ثابت کر دیں تو مجھے تسلیم کرنے میں قطعاً عذر نہ ہوگا۔

اردو کا سوال انسانی اور جمہوری قدروں کا سوال ہے

بمبئی میں جناب آنند نرائن ملا کی تقریر

بمبئی۔ اردو کے سوال پر جو نظریہ مرکزی حکومت کا ہے دیگر صوبے اس رواداری کا مظاہرہ نہیں کرتے کچھ ایسے صوبے ہیں جو اپنی خود مختاری سے اردو کو مٹانے کے درپے ہیں ایسی صورت میں ہم اس خطرہ کا مقابلہ اور اپنے حقوق کا تحفظ کیسے کر سکتے ہیں؟ کسی زبان کی ترقی بعد کی منزل ہے پہلی منزل اس کی بقا ہے اگر حکومت اردو کی ترقی کے لیے تیار ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی بقا بھی چاہتی ہے — یہ وہ جملے ہیں جو تاثرے اردو جناب آنند نرائن ملا نے انجمن ترقی اردو کی جانب سے انجمن اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں منعقد کیے گئے ایک جلسے میں کہے۔ اپنی تقریر میں ملا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ پہلے پہل مخالفین اردو کا یہ نظریہ تھا کہ اردو کوئی زبان ہی نہیں ہے اگر یہ صحیح ہے تو ملک کی ان منظور شدہ چودہ زبانوں میں اردو کو کیوں ایک درجہ دیا گیا۔ کشمیر کی سرکاری زبان اردو تسلیم کرنا بھی اس کا ایک ثبوت ہے کہ اردو الگ زبان ہے اور ہندی الگ زبان۔ آج اردو کے مخالفین اردو کے ہمدرد بن کر آپ کے سامنے آرہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہماری تمہاری ایک ہی زبان ہے۔ فرق صرف رسم الخط کا ہے ضروری ہے کہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے اور قومی یکجہتی کی خاطر اردو ہندی کا رسم الخط اختیار کرے یکجہتی کا یہ تصور ایسے گروہ کا پیدا کردہ ہے جو سامراجی ذہنیت رکھتا ہے اردو کے حامیوں کے نزدیک قومی یکجہتی کے معنی کچھ اور ہیں اور مخالفین اردو کے نزدیک کچھ اور۔

۵ر دسمبر ۱۹۶۵ء کو دہلی میں ہونے والی انجمن ترقی اردو میں اپنی تقریر کا ماخذ پیش کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر ہم عقلی سطح پر غور کرتے ہوئے رہ گئے تو حکومت کسی نہ کسی مصلحت کی آڑ لے کر اردو کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے کبھی تیار نہ ہوگی انجمن ترقی اردو کو اپنے لائحہ عمل میں تبدیلی پیدا کرنا چاہیے۔

رسم الخط کی تبدیلی کے مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے آپ نے کہا کہ ایک ہی دور میں ایک ہی زبان کا رسم الخط ایک ملک میں ایک، اور دوسرے ملک میں دوسرا ہو سکتا ہے۔ دراصل ہندی رسم الخط کو عام کرنے کا جذبہ کسی زبان کو مٹا دینے کی حد تک آگیا ہے رسم الخط کی تبدیلی سے زبان میں فرق آجائے گا ایک ہی زبان سے یکجہتی ہوتی ہے کئی زبانوں سے نہیں، یہ سوال موجودہ لڑائی کے دوران ختم ہو گیا ہے اور ہماری تہذیبی ارتقاء کی منزل ہے اس نے قومی یکجہتی کا ایک خاص مزاج قائم کیا ہے۔

اردو کا سوال زبان کا مسئلہ نہیں بلکہ انسانی قدروں کا سوال ہے اگر آج پورے ملک کی زبان کی یکسانیت یا رسم الخط کی یکسانیت کا سوال مان لیا گیا تو کچھ عجب نہیں کہ کل یہی گروہ یہ مطالبہ بھی کرے کہ پورے ملک کا مذہب بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔

اس پر از معلومات، موثر اور عالمانہ تقریر سے قبل صدر جلسہ جناب سکندر علی وجد صاحب نے اپنی مختصر سی تقریر میں فرمایا کہ ہم مہاراشٹر میں اردو کی لڑائی لڑیں گے مگر مہاراشٹر کے تمام باشندوں کو اپنے ساتھ لے کر ہمیں اپنے ذہنوں سے اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے ہمیں اردو کے مستقبل سے نا امید نہیں ہونا چاہیے انجمن ترقی اردو، اردو کے رسم الخط کی تبدیلی کا کوئی اشارہ یا مشورہ نہیں دے گی اس لیے کہ رسم الخط بدلنے کے بعد اردو اردو نہیں رہے گی۔

جلسے میں شہر کے بہت سے ادبا، شعراء اور ادب دوستوں نے شرکت کی۔

اسی روز انجمن اسلام ہائی اسکول کے ایک جلسہ میں جناب آنند نرائن ملا نے کہا کہ اگر بچوں کو اردو کی تعلیم نہیں دی گئی تو ہندستانی کلچر تباہ ہو جائے گا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اردو کو اس کا جائز مقام نہ دینا نہ صرف حق تلفی ہے بلکہ جمہوری اصولوں کے سراسر منافی ہے جسٹس ملا نے یہ بھی کہا کہ اردو کو اس کا جائز حق دلانے کے لیے وہ لوگ بھی کوشش نہیں کر رہے ہیں جنھوں نے اس کی ترقی و ترویج کے لیے عہد کیا تھا۔

ملا صاحب نے یہ بھی کہا کہ جب تک کسی بھی مطالبہ کی حمایت میں تحریک نہیں چلائی جاتی ہے اس وقت تک مطالبہ پورا نہیں ہوتا ہے اگر اردو کو اس کا جائز حق دلانا ہے تو خوب زور دار تحریک چلانا پڑے گی۔

سرکاری زبان بل میں مخصوص سرکاری اغراض کے لیے اردو کے استعمال کے لیے دفعات شامل کی جائیں

انجمن ترقی اردو کے عہدیداروں کے اجتماع کی قرارداد

حیدرآباد ۲۰ر دسمبر۔ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کی ضلاعی شاخوں کے صدور و معتمدین ہمدردوں اور کارکنوں کے اجتماع نے آج اردو ہال میں دن بھر کے مباحث کے بعد متفقہ طور پر قرارداد میں منظور کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ریاست میں اردو کے موقف کو قانونی شکل دی جائے۔ اور اردو تعلیم میں حائل مختلف دشواریوں کو دور کیا جائے۔ شام کے اجلاس میں جس کی صدارت پروفیسر ہارون خاں شروانی

ایم۔ ایل۔ سی و نائب صدر انجمن نے کی ایک قرارداد میں مسودہ قانون سرکاری زبان آندھرا پردیش کا خیر مقدم کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ مجوزہ قانون میں ہی اردو کے استعمال کے لیے دفعات شامل کی جائیں جن کی رو سے مخصوص سرکاری اغراض کے لیے اردو زبان کے استعمال کی وضاحت ہو جائے۔ اور حکومت کے احکام کو عملی جامہ پہنانے میں دشواریاں نہ ہوں دوسری قرارداد میں مطالبے کیے گئے ہیں کہ اردو ذریعہ تعلیم کی جماعتوں کے قیام کے لیے جو طویل مراحل طے کرنے پڑتے ہیں انھیں ختم کیا جائے۔ اور قواعد سادہ بنائے جائیں۔ تاکیدی احکام جاری کیے جائیں کہ اردو ذریعہ تعلیم کی جماعتیں کھولنے کے لیے روپیہ فراہم کرنے یا کرایہ مکانات فراہم کرنے کی شرطیں عائد نہ کی جائیں جہاں کہیں اردو ذریعہ تعلیم کی جماعتیں کھولی جائیں وہاں ساتھ ہی ساتھ اساتذہ کے تقرر کا بھی انتظام کیا جائے اردو داں اساتذہ اور امیدواروں کی باقاعدہ ٹریننگ کا معقول انتظام کیا جائے۔ اردو ذریعہ تعلیم کے مدارس اور جماعتوں کی باقاعدہ تنقیح اور معائنہ کا معقول انتظام کیا جائے درسی کتب کی تیاری اور اشاعت کے لیے قومی اسکیم کے تحت یا اور طریقوں سے ضروری انتظامات کیے جائیں اردو میں امتحان دینے والے طلبہ کی شکایات دور کی جائیں۔ سوالات کے پرچے انگریزی کا اردو میں ٹھیک ترجمہ نہ ہونے سے فرق پڑتا ہے جن شہروں علاقوں اور قصبوں میں اردو عوام کی معتد بہ تعداد بستی ہے اور جہاں عدالتی کاروائیوں میں اردو کو مناسب مقام دیا گیا ہے وہاں عدالتوں میں اردو داں مجسٹریٹوں کو متعین کیا جائے۔ یا پھر مترجمین کا تقرر کیا جائے۔ ڈسٹرکٹ لائبریری اتھارٹی میں اردو کے نمائندوں کو بھی نامزد کیا جائے۔ تیسری قرارداد میں جو کرسی صدارت سے پیش کی گئی اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا گیا ہے کہ اردو نشریات کے پروگرام کو وسعت دی جارہی اور معیار کو بہتر بنانے کی سعی کی جارہی ہے اردو والوں کے اس دیرینہ مطالبہ کو قبول کرلیا گیا ہے کہ حیدرآباد سے اردو میں علاقائی خبریں نشر کی جائیں۔ یہ خبریں صرف میڈیم ویو پر نشر ہوتی ہیں اور پچاس میل کے علاقہ میں ہی سنی جاسکتی ہیں۔ کم سے کم دس منٹ کے لیے یہ خبریں شارٹ ویو پر بھی نشر ہونی چاہئیں اور حیدرآباد میں ایک طاقتور ٹرانسمیٹر جلد نصب کیا جانا چاہیے اردو پروگرام میں اضافہ کے ساتھ اسٹاف میں اضافہ کیا جانا چاہیے۔ سہ پہر کے اجلاس میں بھی نمائندوں نے اپنے اپنے علاقوں کی دشواریوں اور مطالبات کا ذکر کیا۔ صبح تا شام منعقدہ اجلاسوں میں شہر اور اضلاع کی نمائندگی کرنے والے (۲۵) اصحاب نے تقاریر کیں۔ شام کے اجلاس میں شرکت کرنے والوں اور مباحث میں حصہ لینے والوں میں پروفیسر مسعود حسین خاں صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ بھی شامل ہیں اجلاس میں ایک سو سے زائد نمائندوں نے شرکت کی۔

ہندی کو ثانوی تعلیم کا واحد ذریعہ بنانا قابل اعتراض

لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی رپورٹ

نئی دہلی ۱۰ دسمبر۔ لسانی اقلیتوں کے کمشنر نے ساتویں رپورٹ میں جو آج لوک سبھا میں پیش کی گئی کہا کہ اس بارے میں فوراً سروے کیا جائے کہ لسانی اقلیتوں کو مادری زبان کے ذریعہ پرائمری تعلیم کی سہولتیں حاصل ہیں یا نہیں۔ اس نے ہدایت کی کہ حکومت پنجاب کو ہدایت کی جائے کہ ابتدائی تعلیم مادری زبان میں دے۔ یا صدر اس بارے میں فرمان جاری کریں۔ کمشنر نے متوجہ کیا ہے کہ پرائمری اسکولوں میں مادری زبان کے ذریعہ تعلیم کے خواہش مندوں کے نام لکھنے کے لیے رجسٹر نہیں رکھے گئے آندھرا پردیش جیسی بعض ریاستوں میں ہدایت کے باوجود رجسٹر نہیں کھولے گئے کمشنر نے حکومت یوپی پر سخت اعتراض کیا ہے کہ اس نے ثانوی تعلیم کے لیے صرف ہندی ہی کو ذریعہ تعلیم قرار دیا ہے۔ بہار میں بھی ثانوی تعلیم کسی اقلیت کی مادری زبان میں دینے کا اہتمام نہیں۔ گجرات اور مہاراشٹر کی حکومتوں نے کہا کہ وہاں ثانوی تعلیم بھی اداروں کے ہاتھ میں ہے وہ ذریعہ تعلیم کا خود ہی فیصلہ کرتے ہیں۔ ان ریاستوں کے یہ اقدامات ریاستی وزرائے اعلیٰ کے اس فیصلے کے خلاف ہیں کہ ثانوی تعلیم دستور میں درج کسی بھی ایک زبان یا انگریزی میں دی جاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں متنبہ کیا گیا ہے کہ اس قسم کے جبر سے لسانی اقلیتوں میں تلخی بڑھتی ہے۔ رپورٹ میں سہ لسانی فارمولے کے یکساں نفاذ پر زور دیا گیا ہے۔ بھرتی کے بعد ملازمت کے پختہ ہونے سے قبل علاقائی زبان کا امتحان پاس کرنے کی پابندی پر بھی احتجاج کیا گیا ہے اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ لسانی اقلیتوں کا مسئلہ اسی وقت حل ہوسکتا ہے جب کہ لسانی اکثریتی گروپ وسعت قلب کا مظاہرہ کرے اور تنگ نظری سے اجتناب کرے۔

اردو کے استعمال کے احکام پر سرکاری محکمہ جات میں عمل کیا جائے

انجمن ترقی اردو کے کارکنوں سے وزیر داخلہ نواب میر احمد علی خاں کا خطاب

حیدرآباد، ۱۲ دسمبر۔ نواب میر احمد علی خاں وزیر داخلہ وصدر انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے کہا کہ عدالتوں اور تمام سرکاری دفاتر میں اردو زبان کے استعمال کے لیے جو احکام نافذ ہیں ان پر عمل کیا جانا چاہیے جو عہدہ داران احکام پر عمل نہیں کر رہے ہیں وہ نظم ونسق کو بدنام کرنے کا باعث ہو رہے ہیں۔ اردو داں عوام بھی اپنی ذمہ داری کو محسوس کرکے اسے پورا کرنے کی سعی کریں۔ نواب میر احمد علی خاں آج صبح اردو ہال حمایت نگر میں انجمن ترقی اردو کے اضلاع و تعلقہ جات کی شاخوں کے صدور، معتمدین اور کارکنوں کے اجلاس کو جو ان کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، مخاطب کر رہے تھے انھوں نے کہا کہ وزیر تعلیم اردو کی ترقی و ترویج اور اس کے موقف کو مضبوط و مستحکم بنانے میں پوری دلچسپی رکھتے ہیں۔ وزیر داخلہ نواب میر احمد علی خاں نے انجمن ترقی اردو کی تمام شاخوں سے اپیل کی کہ وہ اردو کے نظم ونسق میں درپیش مسائل کو وزیر تعلیم کے علم میں لائیں تاکہ ضروری کارروائی کر سکیں۔ انھوں نے کہا کہ حکومت سے جو سہولتیں حاصل ہو سکتی ہیں اس کو حاصل کیا جائے۔ اردو کے دوسرے مسائل کے لیے جدوجہد جاری رکھی جائے۔ سارے ہندستان میں آندھرا پردیش کو خصوصی موقف حاصل ہے اس کو جے پور کے اجلاس میں بھی مانا گیا۔ اس کی وجہ سے ہماری ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ جنھیں پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تعلیم کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے صدر انجمن ترقی اردو نے کہا کہ ہر شخص کو اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کا انتظام کرنا چاہیے شہروں سے زیادہ اضلاع کے لوگوں پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کہ وہ اردو کے تعلق سے زیادہ سے زیادہ کام کریں اور وہ مستقر اضلاع سے ہٹ کر تعلقہ جات اور قصبہ جات کا بھی زیادہ سے زیادہ خیال رکھیں۔

نواب مہدی نواز جنگ نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ جناب حبیب الرحمن معتمد عمومی انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں کہا کہ جنوری کے آخر یا فروری کے مہینے میں سارے آندھرا پردیش میں اضلاع اور تعلقہ جات کی سطح پر "یوم اردو" کا انعقاد عمل میں لایا جائے۔ جس میں سرکاری زبان کے قانون میں ترمیم کے ساتھ ہی اردو کو بھی قانونی موقف عطا کرنے کی ضرورت پر زور دیا جائے۔

جناب حبیب الرحمن نے کہا کہ ریاست آندھرا پردیش نے اردو کی حیثیت کو تسلیم کرکے سارے ملک کی رہنمائی کی ہے مجھے پورا بھروسہ ہے کہ وہ اس حیثیت کو قانونی موقف عطا کرکے نہ صرف اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دے گی بلکہ اقلیتی زبانوں کے واجبی حقوق کی حفاظت کے معاملے میں پھر ایک مرتبہ ملک کو صحیح راستہ دکھائے گی۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ سابق رکن پارلیمنٹ نے کہا کہ لسانی مسودہ قانون بل کی منظوری سے پہلے سلکٹ کمیٹی کے ارکان کو عوام کی رائے معلوم کرنے کے لیے پوری ریاست کا دورہ کرنا چاہیے عدالتوں اور پولیس کے محکمہ کی کارکردگی اور نظم ونسق اردو میں بھی جاری رکھنا چاہیے۔ مسٹر ہیرالال موریا ایم۔ ایل۔ سی (کھمم) نے کہا کہ اردو کو اس کا جائز اور قانونی موقف دلانے کے لیے منظم پیمانہ پر قانونی جدوجہد کی جانی چاہیے اور اردو والوں کو مسائل کی پیش کشی کے لیے ڈر وخوف نکال دینا چاہیے۔ مسٹر عبدالصمد (ناندور) نے اردو کلاسس کے قیام کی ضرورت پر زور دیا۔ چودھری محمود صاحب نے کہا کہ اردو کو قانونی موقف دیا جانا چاہیے مسٹر راجیشور راؤ کالوجی (ورنگل) نے اردو کو آندھرا پردیش میں علاقائی زبان کے موقف کو قانونی شکل دیئے جانے پر زور دیا۔ مسٹر وحید احمد بیگ (وقارآباد) نے کہا کہ اردو کو عدالتی زبان قرار دیا گیا ہے تو پھر عدالتوں میں اردو داں ججوں کا تقرر کیا جانا چاہیے۔ مسٹر خواجہ معین الدین (کرنول) نے کہا کہ کڑپہ میں زیادہ سے زیادہ اردو ذریعہ تعلیم کے مدارس کا قیام عمل میں لایا جانا چاہیے۔ کڑپہ میں (۱۰۰) مدارس کے منجملہ صرف ایک مدرسہ اردو ذریعہ تعلیم کا ہے۔ مسٹر مکند لال مصرا (کریم نگر) نے کہا کہ تعلقہ جات اور دیہات میں پرائمری مدارس کا قیام عمل میں لایا جانا چاہیے۔

اردو محبت اور اتحاد کی زبان ہے

نائب صدر جمہوریہ ہند کی تقریر

مدراس ۲۹ دسمبر۔ نائب صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین نے آج یہاں کہا کہ ہندی زبان کو ایک رابطہ کی حیثیت سے ترقی دینے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ دوسری ہندوستانی زبانوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی جائے۔

دکن بھارت ہندی پرچار سبھا کے ۳۰ ویں سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے نائب صدر نے کہا کہ کسی کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ ہندی زبان دوسری زبانوں کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرنی چاہتی ہے آپ نے کہا کہ گاندھی جی نے ملک کے لیے ایک رابطہ کی زبان کی ضرورت پر زور دیا تھا۔

اور اس کے لیے تمام زبانوں کے مقابلہ میں ہندی زبان کو بہت مناسب زبان قرار دیا تھا گاندھی جی نے اس بات پر بھی زور دیا تھا کہ ملک کے اتحاد کی خاطر مختلف زبانوں کو آزادی کے ساتھ پھلنے پھولنے دینا چاہیے اور اسی کے ساتھ ایک آسان زبان کو رابطہ کی زبان کی حیثیت سے ترقی دینا چاہیے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے کہا کہ ہندی زبان شمالی ہندوستان اور جنوبی ہند کے شہری علاقوں میں اچھی طرح بولی اور سمجھی جاتی ہے اس لیے گاندھی جی نے سوجھ بوجھ کے ساتھ ہندی ہی کو رابطہ کی زبان کی حیثیت سے منتخب کیا تھا۔

نائب صدر نے مزید کہا کہ ہندوستان کے دستور میں تمام زبانوں کو قومی زبانوں کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہندی کو مختلف زبانیں بولنے والوں کے لیے ایک رابطہ زبان کی حیثیت سے اختیار کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔

ڈاکٹر ذاکر حسین نے ہندی کے پرچارکوں سے اپیل کی کہ وہ بات سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں کہ آزاد ہندوستان میں یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسروں کو مضبوط بنانے کے لیے کسی کو کمزور کرنے کی کوشش کی جائے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ دوسروں کی ترقی اور کسی کی پوزیشن کو گرا دیا جائے۔ آپ نے کہا کہ ہندی پرچار سبھا تحریک کا مقصد عوام کو متحد کرنا اور حقیر پر کوئی تقسیم کرنا نہیں ہے۔

ڈاکٹر ذاکر حسین نے یہ بھی کہا کہ ہندی کا اردو کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہے اردو کسی مذہب یا کسی خاص فرقہ کی زبان نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہندوستان والوں کی زبان ہے جو میلوں تہواروں، تقریبوں، بازاروں، مارکیٹوں میں اور ہر جگہ بولی جاتی ہے یہ زبان محبت اور اتحاد کی زبان ہے۔

انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی مجلس عاملہ کا فیصلہ

لکھنؤ۔ ۱۹ دسمبر۔ انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی مجلس عاملہ کے ایک جلسے نے جو مولانا محمد ہاشم فرنگی محلی کی صدارت میں ہوا۔ اس بات کا فیصلہ کیا کہ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں اردو کو نظر انداز کرنے والے رویہ کو ختم کرانے کے لیے، ان محکموں کے سربراہوں سے ایک وفد ملاقات کرے اور ان کی توجہ بعض ان سرکاری احکامات کی جانب مبذول کرائے جو اردو کے سلسلہ میں حکومت کی طرف سے جاری کیے جا چکے ہیں۔

طے پایا کہ ٹرانسپورٹ، لوکل سلف گورنمنٹ اور خاص طور سے کارپوریشن کے اعلا افسران سے انجمن کا ایک وفد جس میں مولانا ہاشم میاں فرنگی محلی، نسیم کنجاہی، امین سلونوی، وحید آلرحمٰن عرفانی، اور ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی (جنرل سکریٹری) شامل ہوں گے) ملاقات کر کے ان سے مطالبہ کرے کہ وہ اردو کو نظر انداز کرنے کی پالیسی ترک کریں۔

جلسہ میں سابقہ کارروائی کی تصدیق کے بعد امین سلونوی صاحب نے وفاقی مشاعرہ کے سلسلہ میں اپنی رپورٹ اور حسابات وغیرہ پیش کیے۔

آخر میں سیدنا ملا طاہر سیف الدین، حکیم محمد امین دریابادی، سید کلب عابد، شاہ حسین رضوی، اور انگریز مصنف جناب اٹکن کی وفات پر تعزیتی تجاویز منظور کی گئیں اور ان کی خدمات کو سراہا گیا۔

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ۔ پرنٹر ظہیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور نذر حسن جنرل سکریٹری نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا۔